صدیوں اکٹھے رہے ہیں۔ میں تعلیم کے لیے ریاست ہائے متحدہ امریکہ گیا تھا، لیکن میں اپنے کنبے کو وہاں رکھنا پسند نہ کروں گا۔ یہاں کوئی فحش ادب اور تصاویر نہیں، شراب نوشی یا شادی سے پہلے کے جنسی تعلقات نہ ہونے کے برابر ہیں اور میں راہ چلتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہوں۔ جب تک مجھے عبادتی مراسم کی اجازت ہے، میں مصر میں رہنے کو ترجیح دوں گا۔"

اگرچہ اسی نوجوان نے تسلیم کیا کہ اُسے قبطی چرچ میں بپتسمہ دیا گیا تھا، مگر وہ چرچ میں کبھی کبھار ہی جاتا ہے۔ عبادت قبطی زبان میں ہوتی ہے جسے حاضرین میں کوئی نہیں سمجھتا، اور عبادت کئی گھنٹے جاری رہتی ہے۔ اس سارے وقت میں زیادہ تر کھڑا رہنا ہوتا ہے، اور عبادت غیر واضح مذہبی رمزیت سے بھری ہوتی ہے۔

مصر کی طرح کبھی لبنان بھی مختلف مذاہب کی پُرامن بقائے باہمی کے لیے معروف تھا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب مذہبی گروہوں نے اپنی اپنی مسلح تنظیمیں قائم نہیں کی تھیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع نہیں کیا تھا۔ پندرہ سال کی خانہ جنگی میں ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ افراد مارے گئے، اور بیروت کی زیادہ تر عمارتوں پر آج بھی راکٹوں اور گولیوں کے نشانات ہیں۔

نفسیاتی زخم ان سے کہیں زیادہ گہرے ہیں۔ ایک امریکی نے مجھے بتایا جو لبنان کی سیر کی لیے آیا تھا کہ اُس نے باسکٹ بال کا ایک میچ دیکھا۔ ریفری کو لڑائی کے سبب میچ روک دینا پڑا۔ لڑائی دو ٹیموں کے شیدائیوں کے درمیان ہو رہی تھی، نہ کہ کھلاڑیوں کے درمیان۔ "انہوں نے ہم تھوڑے سے غیر ملکیوں کے علاوہ سب کو عمارت سے نکال دیا، کھلاڑیوں نے دوبارہ کھیلنا شروع کیا اور شیدائی گلیوں میں لڑنے بھڑنے کے لیے چلے گئے۔"

اردن : "ایونجلیکل مدرسہ الہیات" اور اس کی پیش رفت

[عماد شہادہ غالباً فلسطینی مہاجر ہیں، انہوں نے "ڈلاس تھیولاجیکل سیمنری" میں تعلیم حاصل کی ہے، اور اب اپنے نئے وطن اردن میں پادریوں کی تعلیم و تربیت کے لیے "اردنی ایونجلیکل مدرسہ الہیات" (Jordan Evangelical Theological Seminary) چلا رہے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں اپنی نوعیت کے اس اہم ادارے کے بارے میں "کرسچنٹی ٹوڈے" بابت ۱۶ اپریل ۱۹۹۸ء نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کی تلخیص اگلے صفحات میں پیش کی جاتی ہے۔ مدیر]

عماد شہادہ نے ۱۹۹۰ء میں "ڈلاس تھیولاجیکل سیمیزی" سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد عمان میں ایک ایسی سیمیزی قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا جو مشرق وسطیٰ میں مسیحیوں کے لیے ایک مرکز کا کردار ادا کر سکے۔ خطے میں مسلم آبادی نوے فیصد سے زیادہ ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے واپسی کے بعد وہ اپنے کام میں لگ گئے۔ اردنی حکام نے انہیں دوبار سرکاری اجازت کے بغیر سیحیوں کو تربیت فراہم کرنے کی پاداش میں جہاں گرفتار کیا، وہیں بہت سے مسیحیوں نے ان کے عقائد کو تنگ نظری پر محمول کیا، تاہم اردن میں جمہوری اصلاحات کے ساتھ ماحول بدلنے لگا۔ شہادہ نے باقاعدہ ادارہ قائم کرنے کے لیے حکومت سے اجازت طلب کی۔ وزارت ثقافت نے نہ صرف درخواست منظور کرلی، بلکہ ادارے کے دستور میں مسلمانوں کے ساتھ مکالمے کی شق کا اضافہ کرایا۔

آج "اردنی ایونجلیکل مدرسہ الہیات" تیسرے سال سے گزر رہا ہے۔ "ادارے کو ایک مسلمان ملک میں اتنی آزادی حاصل ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔" ۴۳ سالہ عماد شہادہ کو متعدد کلیسیاوں کا تعاون حاصل ہے۔ اردن کے پانچ بڑے مسیحی مکاتبِ فکر کے رہنما مدرسے کے نگران بورڈ میں شامل ہیں۔ مدرسے میں ۲۸ ہمہ وقتی اور جزو وقتی اساتذہ کام کر رہے ہیں اور نو عرب ممالک — اردن، الجیریا، سوڈان، شام، عراق، لبنان، مراکش، مصر اور یمن — کے تقریباً ڈیڑھ سو طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

شہادہ سمجھتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ میں ایونجلیکل مسیحیت دن دونی رات چوگنی پھیل رہی ہے، مگر اتنی تعداد میں پادری نہیں کہ نئے مومنین کی رہنمائی اور تربیّت کر سکیں۔ مقامی کلیسیا اکثر چھوٹے ہیں اور مذہبی رہنما مناسب الہیاتی تربیت سے بے بہرہ ہیں۔ اردن کی آزاد فضا، اس کا مرکزی محل وقوع اور ۱۹۹۴ء سے اسرائیل کے ساتھ اس کے پرامن تعلقات کے باعث اسے تزویراتی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ "اردنی ایونجلیکل مدرسہ الہیات" میں سب سے زیادہ یعنی ۴۵ طلبہ کا تعلق عراق سے ہے، اس کے بعد سوڈان کے طلبہ کا نمبر آتا ہے۔ ان طلبہ کے لیے قاہرہ یا بیروت میں سیاسی تناؤ کے باعث تعلیم حاصل کرنا ممکن نہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ ان میں سے زیادہ تر واپس اپنے ملک جاکر مسیحی آبادی کو قیادت فراہم کریں گے۔ عراق اور سوڈان دونوں ملکوں سے اردن کے دوستانہ تعلقات ہیں، اس لیے عراقی اور سوڈانی طلبہ کا یہاں آنا بہت آسان ہے۔

اردن میں یہ مذہبی کشادگی شاہ حسین کی وجہ سے ہے جو ۱۹۵۲ء سے حکمران چلے آرہے ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی اور ولی عہد شہزادہ حسن نے "بین المذاہب مطالعات کا ادارہ" قائم کرکے مسلم - مسیحی تعلقات کو ایک نئی سطح پر پہنچادیا ہے۔ "بین المذاہب مطالعات کے ادارہ" اور "اردنی

ایونجلیکل مدرسہ الہیات" کے درمیان اشتراک کار موجود ہے۔ شہادہ نے اس ادارے کے جریدے میں ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "کیا مسلمانوں اور مسیحیوں کا خدا ایک ہے ؟"

عماد شہادہ کا قائم کردہ مدرسہ الہیات کرائے کی عمارت میں کام کر رہا ہے، اور اسے تقریباً ۲ء۵ ملین ڈالر کی رقم درکار ہے تاکہ زمین خریدی جاسکے، اور عمارت تعمیر کی جاسکے۔ فروری ۱۹۹۸ء میں انڈیاناپولس میں قائم "اوورسیز کونسل" نے ۹۰ ہزار ڈالر کا عطیہ دیا تھا۔ "اوورسیز کونسل" کے سربراہ کا کہنا ہے کہ "جب روس میں مسیحیت کی اشاعت ممکن ہوئی تو ہم تیار تھے، ہم مشرق وسطیٰ کے بارے میں بھی اسی رویے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔"

فلسطین : مسیحیوں کے خلاف امتیازی سلوک کا پروپیگنڈا

["اوسلو معاہدات" سے مسلمانان فلسطین کے مسائل تو کیا حل ہوتے، نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور معاہدات کے ضامن اسرائیل کی ضدی اور "سخت" قیادت سے طے شدہ امور پر بھی عمل درآمد کرانے میں ناکام ہیں۔ آئے روز فلسطینی مسلمانوں کو اُن کی زمینوں اور گھروں سے بے دخل کیا جاتا ہے، اُن پر معاشی پابندیاں لگائی جاتی ہیں اور احتجاج کرنے والے نہتے فلسطینی بچوں اور خواتین پر مظالم توڑے جاتے ہیں۔ گزشتہ برسوں میں ایک خوش آئند بات یہ سامنے آئی ہے کہ فلسطینی مسیحیوں نے بحیثیت مجموعی اپنے مسلمان ہم وطنوں کا ساتھ دیا ہے۔ اس مسلم - مسیحی اتحاد کو کمزور کرنے اور فلسطینی آبادی کے درمیان اختلاف کے بیج بونے کے لیے اسرائیلی اور دُنیا کی یہود نواز تنظیموں نے گزشتہ کئی ماہ سے یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ "فلسطینی قومی اتھارٹی" کے زیر انتظام علاقوں میں آباد مسیحی خوش نہیں، اور انہیں مذہبی اختلاف کی وجہ سے مصائب کا سامنا ہے۔

اس صورت حال پر "کرسچنٹی ٹوڈے" نے ۱۳ جولائی ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں پیری سٹون کی حسب ذیل رپورٹ شائع کی ہے۔ مدیر]

اسرائیلی حکومت اور ذرائع ابلاغ کی حالیہ رپورٹوں کے مطابق "فلسطینی قومی اتھارٹی" اور مسلم انتہا پسند اپنے زیر انتظام علاقے میں عرب مسیحیوں کو تنگ کر رہے ہیں اور اُن کے خلاف امتیازی سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ اس پس منظر میں مسیحی رہنماؤں کے ایک گروپ نے مغربی کنارے اور غزہ کے علاقے میں مذہبی ایذارسانی کے حوالے سے تفتیش کی ہے۔ یہ رہنما اپنی تفتیش کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسرائیلی ذرائع ابلاغ کے الزامات جھوٹ پر مبنی ہیں۔ ان الزامات کا مقصد یہ